© rasailojaraid.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

تاریخ میں ایشیا کو یورپ پر ہمیشہ سرداری اور فوقیت رہی ہے بڑی بڑی تہذیبوں اور تمدنوں کے چشمے یہیں پھوٹے علوم وفنون کے چمن اسی کی سرزمین پر کھلے۔ مذاہب عالم کی داغ بیل یہیں پڑی انبیاء کرام کی ولادت وبعثت کا گہوارہ ہونے کا شرف اسی خطۂ ارضی کو حاصل ہوا۔ نطقِ اعرابی اور ذہنِ ہندی اسی ٹکسال کے ڈھلے ہوئے سکے تھے جنہوں نے تہذیب وثقافت کے بازار میں بڑا نام پایا۔ عظیم الشان سلطنتوں اور حکومتوں کی بنیاد یہیں پڑی۔ آسمانی کتابوں کا مہبط یہی سرزمین تھی۔ یورپ نے مذہب اور خدا کی معرفت کا سبق اسی کی درس گاہ میں پڑھا علم کی روشنی اسی کے چراغ سے لی۔ تہذیب وتمدن کی دولت ونعمت اُس کو اسی کے خزانہ سے ملی۔ جہادِ زندگی میں جن آلات واسلحہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب اسے ایشیا کے کارخانہ سے ہی دستیاب ہوئے۔ لیکن یورپ نے ان چیزوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی ایک مستقل انفرادیت قائم کرلی اور دوسری جانب اقوامِ ایشیا شمشیر وسناں کو خیرباد کہہ کر "طاؤس ورباب" میں مشغول ہوگئیں نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کو علوم وفنون، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت اور سیاسی طاقت ہر اعتبار سے دنیا پر اقتدارِ اعلیٰ حاصل ہوگیا۔ اور ایشیا اپنے حریف پنجہ شکن کی تابِ مقاومت نہ لا کر اُس کا محکوم بن گیا۔

---

لیکن چونکہ یورپ کا تصور زندگی نسلی اور قومی تھا جس میں انسانیت عامہ کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی اس لیے اُس نے ایشیا کو محکوم بنا کر اُسے لوٹنا کھسوٹنا اور ہر اعتبار سے تباہ کرنا شروع کردیا ایشیائی اقوام ایک عرصہ تک "شیرینیِ افرنگ" پر اس درجہ فریفتہ رہیں کہ انہوں نے چنگیزیِ افرنگ کو بھی برداشت کرلیا اور کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں کی۔ آخرکار پہلی جنگ عظیم نے اُن کی آنکھ کھولی اور اُن کو یہ محسوس ہوا کہ اُن کی تاریخ ماضی کیا ہے اور اب وہ کیا ہو کر رہ گئی ہیں یہ احساس برابر ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جگر کا ناسور بن کر پھوٹ پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ ہر جگہ اضطراب



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دبے چینی دیکھ رہے ہیں۔

مصر کے لوگ اس کا تہیہ کر چکے ہیں کہ مصر اور سوڈان دونوں کو ایک کرکے برطانوی افواج کو وہاں سے نکال کر رہیں گے۔ فلسطین کا عرب عہد و پیمان کر چکا ہے کہ وہ اپنے ملک کو غیروں کے اثرات سے یک سر پاک وصاف کر دیگا۔ شرق اردن اور ٹرکی میں رازدارانہ گفتگو ہو چکی ہے۔ انڈونیشیا نے آزادی حاصل کر ہی لی۔ انڈوچائنا فرانسیسی تغلب و استبداد کی زنجیروں کو پاش پاش کر دینے پر تلا ہوا ہے۔ ہندستان اور برما دونوں آزادی کے دروازہ پر دستک دے رہے ہیں اور اب کوئی دن جاتا ہے جب کہ علی بابا چالیس چور کا یہ طلسمی دروازہ "سم سم" کھل کر رہے گا۔

اس سلسلہ میں یہ ضروری تھا کہ ایشیائی اقوام ایک دوسرے سے قریب ہوں اور اُن میں اپنی مشکلات کے یکساں ہونے کے باوجود جو بعد وافتراق پیدا ہو گیا تھا اسے دور کیا جائے۔ خوشی کی بات ہے کہ اس راہ میں بھی ہندستان نے ہی سب سے پہلے قدم اٹھایا اور تمام ایشیائی ملکوں کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یہ کانفرنس اگلے مہینہ ہندستان کے دارالسلطنت نئی دہلی میں بڑے اہتمام و انتظام کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اخبارات میں اب تک جو اطلاعات چھپی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کانفرنس میں افغانستان، ایران، عراق و فلسطین و شام، افریقہ، مصر، ٹرکی، چین، انڈونیشیا وغیرہ ہر ایشیائی ملک کے نمائندے شریک ہونے ہندستان آرہے ہیں اور ان سب نے بڑے تپاک سے اس کا خیر مقدم کیا ہی ہمارے نزدیک یہ کانفرنس جس طرح سیاسی اعتبار سے بڑی اہم ہے۔ ثقافتی اور تہذیبی لحاظ سے بھی اس کی اہمیت غیر معمولی ہے۔ سیاسی بیداری کے ساتھ ساتھ اب ایشیا پر یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں رہی ہے کہ مغربی تہذیب و تمدن کے سیلاب نے اُس کو اپنے مخصوص کلچر اور ثقافت و تہذیب سے بہت دور کرکے لسے معاشرتی اور روحانی اعتبار سے کس درجہ تباہ حال کر دیا ہے۔ ایشیا کے مختلف گوشوں میں اس وقت جو تحریکیں چل رہی ہیں اگر اُن کا عمیق نظر سے جائزہ لیا جائے تو بآسانی اس تہذیبی شعور و احساس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اقوام ایشیا میں جیسا کہ ارباب خبر و نظر پر مخفی نہیں ہے مسلمانوں کو خاص امتیاز حاصل ہے وہ اگرچہ گذشتہ دو سو برس سے سیاسی انحطاط و تنزل کی زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن اُن کی تہذیبی اور ثقافتی یادگاریں آج بھی تاریخ



© rasailojaraid.com

کے اوراق میں تابندہ و درخشن ہیں۔ اُن کا نظامِ زندگی ہمہ جہت کامل و مکمل ہے اور اس میں بدرجۂ اتم ایک بین الاقوامی نظامِ حیات بننے کی صلاحیت ہے۔ رنگ و نسل کا فرق، اقتصادی غارت گری، انسانی حقوق کا غصب و نہب غرض وہ تمام مصائب و آلام جن سے آج دنیا کی تمام کمزور قومیں دوچار ہیں اور جن کا کامیاب حل تلاش کرنے کے لیے بے چین و مضطرب ہیں۔ اسلام میں ان سب کا اطمینان بخش حل پہلے سے موجود ہے اس بنا پر جی چاہتا ہے کہ اس ایشیائی کانفرنس میں مسلمانوں کی نمائندگی سب سے زیادہ نمایاں ہو اور وہ عہدِ ماضی کی طرح پھر ایک مرتبہ بقیہ اقوامِ ایشیا اور اُس کے ذریعہ سے تمام عالم کو راست بازی اور حقانیت کی روشنی دکھا سکیں۔ اس کانفرنس سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان کے مسلمانوں کو عموماً اور علمائے کرام کو خصوصاً یہ کوشش کرنی چاہیے کہ زندگی کے اسلامی نقطۂ نظر کی بنیاد پر ایک ایسی تہذیبی اور کلچرل وحدت قائم کریں جو دنیا کی موجودہ تباہ حال قوموں کے لیے سرچشمۂ آبِ حیات ثابت ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اسلامی ممالک کے نمائندے باہم متفق و متحد ہو کر شرکائے کانفرنس کو اپنے اصولِ زندگی اور نظامِ حیات سے قولاً و عملاً متاثر کر سکیں۔ بہر حال اسلامی ممالک سے روابط پیدا کرنے اور اس طرح اتحادِ اسلامی کی طرح ڈالنے کے لیے مسلمانانِ ہند کے واسطے یہ بہت اچھا موقع ہے اور ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

گذشتہ ماہ کا الم ناک سانحہ دارالعلوم دیوبند کے قدیم ترین استاذ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحبؒ کی وفات ہے۔ مولانا مرحوم کئی ماہ سے علالت کے امتداد و اشتداد کی تکلیفیں اٹھا رہے تھے، بالآخر ۱۰ صفر المظفر کو ہمیشہ کے لیے اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے [illegible] مرحوم حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین صاحبؒ کے مخصوص ہم سبقوں میں تھے اور بزرگوں کی خوبیوں اور خصوصیتوں کے جامع، بڑے باوضع، بڑے بااخلاق، بڑے سادہ مزاج اور دارالعلوم کے اساتذہ میں بعض اوصاف کے لحاظ سے بے عدیل و بے مثیل۔ پیرانہ سالی اور غیر معمولی نقاہت کے باوجود جب درس دیتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کوئی تازہ دم اور بلند آواز مدرس پورے شوق و انہماک کے ساتھ طلبہ سے مصروفِ تخاطب ہے۔ مولانا کا طرزِ تعلیم عام فہم بھی تھا اور دل پذیر بھی، پڑھاتے پڑھاتے بہت سی کتابوں کے حافظ ہو گئے تھے۔ اُن کے تلامذہ میں آج بڑے بڑے مدرس بھی ہیں اور باکمال مصنف و انشا پرداز بھی۔ ندوۃ المصنفین کے تقریباً تمام بڑے بڑے رفقاء کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے مراتب بلند فرمائے۔ ہمیں اس حادثۂ عظیم میں مولانا مرحوم کے اکلوتے صاحبزادے مولوی عبدالاحد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند سے دلی ہمدردی ہے اور ہم اُن کے شریکِ غم ہیں، امید ہے مولوی صاحب



© rasailojaraid.com